بزم غزل

بزم اہل قلم

شامِ غزل

مرتب

نورین خان

فن اور فنکار

1۔ شریف احمد پٹیل راجستھان

2۔ صدا کشمیری انڈیا

3۔ تنویر صباحت

4۔ ذوالفقار ہمدم اعوان

5۔ معصومہ جنید

6۔ غزالہ ضیاء

7۔ ماجد اکرم

8۔ انعام الحق معصوم صابری

9۔ مظفر خان

10۔ سید محمد وقیع

فن اور فنکار

فن اور فنکار

21۔ افتخار احمد

22۔ اشرف بابا

23۔ ارسلان قلندری سائر

24۔ عبدالرشید

26۔ شمیم چودھری

27۔ شائستہ کنول عالی

28۔ فرزانہ ساجد

29۔ غزالہ شارق

شریف احمد پ یل سوای مادہوپور راجستھان انڈیا فون

میں تری بزم میں آؤں بھی تو آؤں کیسے
اور حال دل تجھ کو سناؤں تو سناؤں کیسے

چار سو نفرت و بعض و عناد کی آندھی
شمع الفت میں جلاؤں تو جلاؤں کیسے

راس آتی نہیں تہذیب جس کو ٹوپی کی
بزم دستار میں پھر اس کو بلاؤں کیسے

ساز ہے اور ترا طرز ہے میرا کچھ اور
میں ترے ساز پہ گاؤں بھی تو گاوں کیسے

جسم زخمی نہیں احساس مگر زخمی ہے
درد ہے میرے کہاں تجھ کو بتاؤں کیسے

ہو گیا چشم بصیرت وہ محروم شریف
آینہ اس کو دکھاؤں تو دکھاؤں کیسے

صدا کشمیری انڈیا

مسجدِ اقصیٰ کا ہے یہ معجزہ ہمدم مرے
جوش ہے ایمان میں بیدار دکھنا چاہیئے

دل لگی تو کی کسی نے جاں نچھاور کر گئے
فائدہ کس کا ہو انقصاں دکھانا چاہیئے

کون کہتا ہے کہ منزل خضر کی میراث ہے
پیش اپنا آپ کر حق بھی نبانا چاہیئے

باوجودِ اس جہاں ہنگامہ ہونا ہی تو تھا
درجہ پائے گا جو اس کا دل سنورنا چاہیئے

انبیا کی آن اور میرا فلسطیں زندگی
بندگی میری یہی محفوظ رہنا چاہیئے

فرقہ بندی کا یہاں نام و نشاں تو ہے نہیں
پھر "صدا" اعلان کرنا کفر مٹنا چاہیئے

تنویرؔ صباحت

"وہ تشنگیٔ شوق مٹاتے تو بات تھی
آنکھوں سے اپنی جام پلاتے تو بات تھی

سب کے لئے دعائیں بہت کی ہیں آپ نے
میرے لئے بھی ہاتھ اٹھاتے تو بات تھی

بے چینیٔ فراق مٹاتے تو بات تھی
مجھ کو گلے سے آپ لگاتے تو بات تھی

زلفوں کی بدلیوں کو ہوا میں اڑا دیا
ان بارشوں میں آپ نہاتے تو بات تھی،

کچھ تیرگیٔ یاس مٹاتے تو بات تھی
امّید کا چراغ جلاتے تو بات تھی

ہنستے ہوؤں کو خوب رلایا ہے آپ نے
روتے ہوئے کو یار، ہنساتے تو بات تھی

تنویرؔ، تم نے رازِ محبت چھپا لیا
ہم کو جو دل کی بات بتاتے تو بات تھی

شاعر ذوالفقار ہمدم اعوان

اک ستم گر سے دوستی کرلی
رائگاں اپنی زندگی کرلی

آنسوؤں کی جھڑی لگی ایسی
ہم نے سیراب تشنگی کرلی

عشق نے بے رخی سے منہ پھیرا
حسن کی ہم نے چاکری کرلی

ہائے میرے وطن تری قسمت
رہبروں نے بھی رہزنی کرلی

پڑھ کے ہم نے درود آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر
گھپ اندھیروں میں روشنی کرلی

یاد کرتے رہے محبت کو
تھک گئے جب تو شاعری کرلی

عشق اک کھیل تھا کسی کے لیے
ہم نے برباد زندگی کرلی

ہم نے عجلت میں سارے کام کیے
دل لگی کر کے عاشقی کرلی

بھوکے بچوں کے شور میں ہمدم
ماں نے چپکے سے خودکشی کرلی

شاعر ذوالفقار ہمدم اعوان

غزل

اک ستم گر سے دوستی کرلی
رائگاں اپنی زندگی کرلی

آنسوؤں کی جھڑی لگی ایسی
ہم نے سیراب تشنگی کرلی

عشق نے بے رخی سے منہ پھیرا
حسن کی ہم نے چاکری کرلی

ہائے میرے وطن تری قسمت
رہبروں نے بھی رہزنی کرلی

پڑھ کے ہم نے درود آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر
گھپ اندھیروں میں روشنی کرلی

یاد کرتے رہے محبت کو
تھک گئے جب تو شاعری کرلی

عشق اک کھیل تھا کسی کے لیے
ہم نے برباد زندگی کرلی

ہم نے عجلت میں سارے کام کیے
دل لگی کر کے عاشقی کرلی

بھوکے بچوں کے شور میں ہمدم
ماں نے چپکے سے خودکشی کرلی

معصومہ جنید

انتخاب

دکھ درد سی میرے مقدراں وچ

میں شکوہ کر کے ،،،، کی کردا

جدوں ،،،،،، مینوں جینا نئیں آیا

میں موت وی منگ کے کی کردا

جد انت جدائیاں ،،،، پینیاں سی

تیرا ساتھ وی منگ کے کی کردا

توں پیار دی کشتی ڈوب چھڈی

میں کلا تر کے ـــــ،،،،،، کی کردا

جد توں ہی اتھرو پونجے نئیں

میں اکھیاں بھر کے کی کردا

ایتھے لکھاں عاشق پھردے نیں

میں وی عاشق بن کے کی کردا

او جاندی واری ،،،، پلٹیا نئیں

میں ہتھ وی ہلا کے کی کردا

غزال ضیاء

تجھ سے پہلے بھی تھا اور تنہا تھا تیرے بعد بھی
تو ہی تو دل کا مکیں ہے ایک مدت بعد بھی

بارشوں سے کب دھلے ہیں داغ ہجر و وصل کے
میرے دل کے داغ گہرے ایک مدت بعد بھی

وہ جو تنہائی میں بھی تنہا نہ رہتے تھے کبھی
وہ رہے محفل میں تنہا ایک مدت بعد بھی

مجھکو ٹھکرا کر انوکھا باب یہ اس پر کھلا
اس کا دل میرا ہی طالب ایک مدت بعد بھی

بعد مدت جب یونہی اک موڑ پر اس سے ملے
اسکی آنکھوں میں نمی تھی ایک مدت بعد بھی

مجھکو تنہا کر کے جو ٹھہرے امیر کارواں
دربدر بھٹکے وہ مجھ بن ایک مدت بعد بھی

ماجد اکرم

یوں مسکرانے کا اک راستہ نکلتا ہے
نچوڑوں دکھ کو تو پھر قہقہہ نکلتا ہے

مری تلاش میں اکثر تمہاری یادوں کا
بنامِ اشک بھی اک قافلہ نکلتا ہے

کبھی جو غور کروں میں نسب پہ اپنے تو
ہر آدمی سے مرا واسطہ نکلتا ہے

خلافِ ظلم نکلنا پڑا تھا یوں بھی مجھے
جو ایک نکلے تو پھر دوسرا نکلتا ہے

عمل ہمارے وجہ اسکی ہیں مرے ماجد
سو رہزنوں سے ہی اب رہنما نکلتا ہے

انعام الحق معصوم صابری

اس کی مجھے تو میری ضرورت اسے بھی تھی
دل میں بڑی تھی میرے تو چاہت اسے بھی تھی

معلوم اب ہوا ہے مجھے حال دیکھ کر
"میری طرح کسی سے محبت اسے بھی تھی"

اس زندگی کے درد سے بچنے کے واسطے
مجھ کو نہیں تری تو حفاظت اسے بھی تھی

کر کر کے کام دوسروں کے واسطے بہت
دنیا تھکی ہوئی تھی نقاہت اسے بھی تھی

معصوم سچ کی تھی ہمیں عادت پڑی ہوئی
کہ جھوٹ بولنے سے تو نفرت اسے بھی تھی

مظفر خان انتخاب

💕💕💕💕💕💕 غزل 💕💕💕💕💕💕

کھلتے رہیں گے صحن چمن میں ہزار پھول
لیکن کہاں نصیب تمنا میں چار پھول

آوارگان شوق چلو ہم کریں تلاش
وہ کارواں جو چھوڑ گیا ہے غبار پھول

شاید یہیں کہیں ہو ترا نقش پائے ناز
ہم نے گرا دیئے ہیں سر راہگزار پھول

کانٹوں پہ جی لئے کبھی پھولوں پہ مر لئے
اپنی نظر میں ایک ہیں گلشن میں خار پھول

بھنوروں کو جستجو ہے تری کنج کنج میں
شاخوں پہ کر رہے ہیں ترا انتظار پھول

کھولے ہیں اس نے گیسوئے عنبر فشاں ضرور
کچھ حد سے ہو گئے ہیں سوا مشکبار پھول

ہائے شہید ناز کی تربت پہ رونقیں
مدھم سی ایک شمع ہے دو سوگوار پھول

ساغر بہار میں نہ رہی مے کی جستجو
شیشے میں بھر کے پی گیا اک بادہ خوار پھول

ساغر صدیقی

سید محمد وقیع

سرمئ سی رات میں اجلا ستارا لائے کون
بجھ گئ اس شہر کی رونق دوبارہ لائے کون

سبز باغوں میں گلوں سے مہکا تھا سب کا بدن
نکہتوں میں لپٹا وہ آنگن دوبارہ لائے کون

ریت پر ان ساحلوں نے بھی لکھی تھی اک غزل
لکھنے والی اس ہوا کا اب اشارہ لائے کون

تشنگی تھی مال کی تو بھول بیٹھے ہیں وطن
ایسے میں جانِ جگر پرچم ہمارا لائے کون

دین کا دل جب یہ قرآں ہے کنارے پر رکھا
اصلی رہبر بھول کے کہتے سہارا لائے کون

از قلم ابوبکر خان

ہٹا پردہ تو آنکھوں سے حقیقت کی تو پہچاں کر

نہیں کوئی کسی کا بھی سبھی رشتے تو انجاں کر

کوئی رشتہ نہیں ملتا پدر جیسا جہاں بھر میں

انہی سے تو محبت کر وفا ان کی نہ ارزاں کر

معصومہ جنید انتخاب

وقت کا ہے یہ تقاضہ تجھے چپ رہنا ہے
دل یہ کہتا ہے مجھے روز غزل کہنا ہے

دردمن دانِ محبت کا یہی کہنا ہے
ہم نے زخموں کو بھی زیورات طرح پہنا ہے

دو گھڑی بیٹھ کے کہ سن لے جو کچھ کہنا ہے
نہ ہمیں رہنا ہے پیارے نہ تمہیں رہنا ہے

نہ جانے ہو گیا ہوں اس قدر حساس میں کب سے
کسی سے بات کرتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

میں سارا دن بہت مصروف رہتا ہوں مگر جونہی
قدم چوکھٹ پہ رکھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

ہر اک مفلس کے ماتھے پر الم کی داستانیں ہیں
کوئی چہرہ بھی پڑھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

بڑے لوگوں کے اونچے بد نما اور سرد محلوں کو
غریب آنکھوں سے تکتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

ترے کوچے سے اب میرا تعلق واجبی سا ہے
مگر جب بھی گزرتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

ہزاروں موسموں کی حکمرانی ہے مرے دل پر
وصیؔ میں جب بھی ہنستا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

اکا ر کلیم عاجز

وقت کا ہے یہ تقاضہ تجھے چپ رہنا ہے
دل یہ کہتا ہے مجھے روز غزل کہنا ہے

دردمن دانِ محبت کا یہی کہنا ہے
ہم نے زخموں کو بھی زیورات طرح پہنا ہے

دو گھڑی بیٹھ کے کہ سن لے جو کچھ کہنا ہے
نہ ہمیں رہنا ہے پیارے نہ تمہیں رہنا ہے

بوریا کاندھے پر ہر وقت اُٹھائے رکھیو
کس کو معلوم ہے کس وقت کہاں رہنا ہے

درد سے لوٹے اور خوب غزل کہئے کلیم
آپ شاعر ہیں بھلا آپ کا کیا کہنا ہے

شازینہ وفا فراز

دلدل کا نظارہ ہی کنارے میں ملا ہے
اک خواب مجھے اتنے خسارے میں ملا ہے

کیسے نہ ہو زخمی مرے سنگھار کی خواہش
آنچل مجھے لٹکا کے جو آرے میں ملا ہے

خود کو بھی لٹایا ہے کمائی کی طرح سے
تب جا کے کہیں تُو ہمیں وارے میں ملا ہے

بے جا ہی ترے شہرِ عداوت میں لیا گھر
کہ پیار فقط گاؤں کے گارے میں ملا ہے

جینا تو بڑا ہوشربا ہو گا اگرچہ
حیرت کا جو ماحول گزارے میں ملا ہے

سوکھی ہوئی ٹہنی پہ تھکا ایک پرندہ
ہم کو کسی وحشت کے نظارے میں ملا ہے

دنیا کو وہی چاند مبارک ہو، مجھے تو
اک ڈھیر سکوں شب کے ستارے میں ملا ہے

حسرت ہی رہی کوئی یہ آکر کہے مجھ سے
اک شخص پریشاں ترے بارے میں ملا ہے

مایوس مرا دل تھا مگر ایک اشارہ
پڑھتے ہوئے قرآن کے پارے میں ملا ہے

محمد وسیم خان بلوچ

ایسی محفل کہیں سجا نہ کرے
ذکر تیرا جہاں ہوا نہ کرے

خاک ہو جائے جس سے گھر تیرا
دیپ ایسا کوئی جلا نہ کرے

گیت میں حکمراں کے حق میں کہوں
مجھ سے ایسا ہو یہ خدا نہ کرے

وصل دشمن کی خبر مجھ سے کچھ نہ کہو
ٹھہرو ٹھہرو مجھے اپنی تو خبر ہونے دو

ہائے وہ وصل کی شب اُن کا ادا سے کہنا
باندھنے دو مجھے جُوڑے کو، سحر ہونے دو

جاگ کر کاٹتے ہیں ہجر میں ہم بھی راتیں
رتجگے ہوتے ہیں گر غیر کے گھر، ہونے دو

امیر مینائی ⭐

زار حسین

ایسی محفل کہیں سجا نہ کرے
ذکر تیرا جہاں ہوا نہ کرے

آتش عشق کیا ہے مت پوچھو
آگ لگ جائے پھر بجھا نہ کرے

خاک ہو جائے جس سے گھر تیرا
دیپ ایسا کوئی جلا نہ کرے

یاد تیری جو دل سے نکلے کبھی
زندگی پھر مری وفا نہ کرے

گیت میں حکمراں کے حق میں کہوں
مجھ سے ایسا ہو یہ خدا نہ کرے

تیری آنکھوں کی قید سے مجھ کو
آ کے زاہد! کوئی رہا نہ کرے

نصیر الدین نصیرؔ گیلانی

خرابِ گردشِ دوراں ہی رہتے اک زمانے تک
اگر قسمت نہ لے آتی تمہارے آستانے تک

عیادت کو چلے آئیں وہ شاید جان جانے تک
بہر صورت ہمیں جینا پڑے گا اُن کے آنے تک

پھنسے ہم سادگی سے دامِ ہمشکل نشیمن میں
یہی ہے داستاں اپنی قفس سے آشیانے تک

فراقِ دوست بھی طُرفہ کرم ہے گر کوئی سمجھے
ہے تصویرِ وفا میں رنگ، حالِ دل سنانے تک

میری ہی ذات سے قاہم ہے یہ ہنگامہ ء ہستی
رہے گی گردشِ چرخِ کہن میرے مٹانے تک

بہاروں میں بھی دل کو ایک دھڑکا سا رہا ہر دم
بچھا تھا ہر روش پر دام میرے آشیانے تک

یہی محرومیاں ہیں، زندگی جن سے عبارت ہے
جئے جاتے ہیں اہلِ دل مقدر آزمانے تک

غنیمت ہے کہ بات اب تک ہونٹوں تک نہیں آئی
چلے بھی آو،، ورنہ بات پہنچے گی زمانے تک

نگاہیں در پہ، کان آہٹ پہ، دھڑکن تیز، لب ساکت
نہیں معلوم دل کا کیا بنے، قاصد کے آنے تک

ابی شہزاد میلسی

مدت کے بعد دیکھا اسے ہوش آڑ گئے
وہ دیکھتے ہی دیکھتے پردے میں آگیا

جس کو بھلا دیا تھا وہ سپنے میں آگیا
جانے کہاں سے میرے وہ کمرے میں آگیا

راتیں فراقِ ہجر میں ایسے ہی کٹ گئیں
اتنا بڑھا ہے درد کہ سینے میں آگیا

اشکوں سے بہتا خون رہا تھا میں بے خبر
وہ شخص ملنے ہجر کے حجرے میں آگیا

بازار حسن دیکھا نہیں ایسا تو کبھی
ایسا لگا مجھے کسی میلے میں آگیا

خوشحال زندگی کے نہ ادوار وہ رہے
حالات میرے دیکھ کے سکتے میں آگیا

کھیلا ہے کھیل اس نے مرے ساتھ پیار سے
معلوم اب ہوا ہے کہ دھوکے میں آگیا

شہزاد ہجر کی راتیں صدا دینے لگ گئیں
ممکن نہیں تھا ایسا کہ جھونکے میں آگیا

اکا مرتنویر احمد

غزل

جو اس کے لب پہ تبسّم تھا ہم ادا جانے
فضا میں زہر بھری باد کو صبا جانے

یہ غم تو سارے ہی تھے جانے اور پہچانے
ستم سے کھینچ لیا ہاتھ کیوں خدا جانے

ترے غرور کے آگے وہ کتنا جھکتی ہے
یہ کون جانے بھلا میری بس انا جانے

شباب و شوخی و صورت تو چار دن کی ہے
بقا ہے کس کو یہاں سب کو ہے فنا جانے

کہا یہ آپ نے الفت کا بیج بویا تھا
وہ بولے ہو گئ تھی بھول ہم سے نا جانے

ہمیں تو بدلے میں اس کے ساماں کوئی نہ ملا
وہ نکلا کھوٹا تھا سکّہ جسے کھرا جانے

بھنور کی سمت وہ تنویر چلا جاتا ہے
یہ کیسی بھول ہوئی اس کو نا خدا جانے

مسرت ناز

ساتھ جو تھا کبھی پاس اب وہ نہیں وقت نے کیسا ہم سے دغا کر دیا
اس طرح کے ہوئے میرے شام و سحر ہر گھڑی کو مری بے مزا کر دیا

کیا خطا تھی ہوئی کچھ پتہ کب چلا دیکھتے دیکھتے بے وفا وہ چلا
کاٹ لفظوں میں تھی آنکھ میں نفرتیں زندگی کو مری اک سزا کر دیا

وہ جو بدلا تو بدلا یہ سارا جہاں چین بھی کھو گیا اب سکوں ہے کہاں
پھر تڑپ ہم سے لینے ہوا آگئی پھول کو ڈال سے تھا جدا کر دیا

چاندتاروں کی رونق رہی اب نہیں رات پھیکی ہوئی بات پھیکی ہوئی
وہ جو روٹھا تو روٹھی سبھی منزلیں میرے رب کو بھی مجھ سے خفا کر دیا

ایک سسکی ہے بس اور ہم روبرو کرتے پھرتے ہیں خود سے سبھی گفتگو
عکس اس کا دکھے جو ہمیں ناں ملے بول اس کے مری ہے دوا کر دیا

ہم گنہگار ہیں ہم سیہ کار ہیں ہر کسی کو شکایت ہمی سے ہوئی
دور اپنے پرائے ہوئے آج ہیں سب کی نظروں میں ہم کو برا کر دیا

کام الٹے سبھی وار الٹے سبھی ظالموں میں اسے اب تو شامل کرو
قید سے ہم کو الفت جو ہونے لگی پھر پکڑ کر ہمیں ہے رہا کر دیا

کہنے کو ہے بہت پر نہ ہم کہہ سکے بے بسی سے اسے دیکھتے رہ گئے
چپ زباں ہے مری چپ ہے میری نظر دھڑکنوں کو بھی ہے بے صدا کر دیا

وہ بنائے گا ہم کو یہ ارمان تھا کتنا اعلیٰ بنا وہ تو انسان تھا
چال اس نے چلائی مگر اس طرح سامنے سب کے ہم کو فنا کر دیا

اشک بہتے رہے ہم سے کہتے رہے تجھ بربادا پنا ترا کر گیا
وہ بہاروں کا دعوی کدھر کو گیا ہمسفر اس نے تیر اگھٹا کر دیا

سب خزائیں بلا کر سجایا ہے گھر کچھ اندھیروں کے تحفے بھی اس سے ملے
بعد اس کے پشیمان بھی وہ نہیں آ کے پھر ہم سے اس نے گلا کر دیا

مخلصی روگ دل کا مرے بن گئی اب تمنا نہیں کچھ تمنا نہیں
درد آہیں ملی سب کراہیں ملی کیا سے کیا اس نے ہم کو عطا کر دیا

افتخار احمد

=====غزل=======

لگتا بہت ہے مشکل اب مل سکیں گے ہم
اک آگ ہے جدائی پل پل جلیں گے ہم

تیرا نہ ساتھ ہو گر کیا جی سکیں گے ہم
اک دن نہیں اے جانم ہر دن مریں گے ہم

بِن تیرے دھوپ جیون، تُو ساتھ ہو اگر
یہ سحر کا ہے دریا مل کر بہیں گے ہم

یا رب کوئی تو رہبر سچا نصیب ہو
اب اور کب تلک یوں لُٹتے رہیں گے ہم

کیا ہو گئے وہ وعدے احمد* سے جو کئے
خوشیاں ہوں چاہے غم ہوں ہنس کر سہیں گے ہم

اشرف بابا

غزل

وقت رخصت رلا گیا کوئی
قرض میرا چکا گیا کوئی

آسماں سے زمیں پہ لے آیا
خاک میں چاند ملا گیا کوئی

تا قیامت نہ جاگ پاؤنگا
نیند ایسی سلا گیا کوئی

دل کے ہر گھاؤ پر محبت کے
گرم پھاہیں لگا گیا کوئی

وہ ہزاروں میں ایک تھا جس کو
میرے دل سے چرا گیا کوئی

پھر گھروندا بنایا مٹی کا
پھر لہر بن کے آ گیا کوئی

آج شرمندہ کیوں نہ ہو اشرف
اپنا احسان جتا گیا کوئی

ایک تازہ کلام

تابش رامپوری ممبرا. ممبئ

اپنوں نے دیا زخم مرے یار کئ بار
چارہ گری بھی ہوگئ لاچار کئ بار

اک بار تو آجائیں مرے سامنے حضور
خوابوں میں ہوئے آپ کے دیدار کئ بار

شکوے ترے بے جا نہیں کہ جاگتے ہیں ہم
تجھکو بھی کیا خواب سے بیدار کئ بار

جس جھیل میں پانی نہیں دیکھا ہے کرشمہ
اس جھیل نے پکڑی بھی ہے رفتار کئ بار

دشواریوں نے درس کئ بار دیا ہے
دیکھے ہیں میاں راستے دشوار کئ بار

اپنوں پہ لٹایا ہے عبث ہم نے دل وجاں
اپنوں نے ہی لوٹا مرا گھر بار کئ بار

ہوتا رہا الہام کی صورت میں مدد کچھ
ہوتے رہے ہیں غیب سے یلغار کئ بار

تابش کی کیا مجال کہ اشعار رقم ہو
وارد ہوئے ہیں قلب پہ اشعار کئ بار

ارسلان قلندری سائر

یہ بھی خالق کی مہربانی ہے
زندگی موت تک ہی جانی ہے

اس کے کہنے پہ بات مانی ہے
سانس لینے کی آج ٹھانی ہے

وہ جو سمجھے تھے بھول جائیں گے
کیسے بھولیں کٹھن کہانی ہے

میری سوچوں کی سرحدوں پہ اب
بس بڑھاپا ہے کب جوانی ہے

رابطہ میری اک ضرورت ہے
رابطے سے ہی زندگانی ہے

چھوڑو بس ایک بات کہنی تھی
تم نے کب سننی ہے سنانی ہے

مسکراتے دکھائی دیتے ہیں
ہجر والوں کی یہ نشانی ہے

بس محبت نے باقی رہنا ہے
اپنی ہستی تو یار فانی ہے

شعر کہنے میں ہوتی ہے دقت
دقتوں میں ہی زندگانی ہے

میرے رونے پہ رونے لگتا تھا
بات سائر بہت پرانی ہے

عبدالرشید انتخاب

رقص کرنے کا ملا حکم جو دریاؤں میں
ہم نے خوش ہو کے بھنور باندھ لیئے پاؤں میں

ان کو بھی ہے کسی بھیگے ہوئے منظر کی تلاش
بوند تک بو نہ سکے جو کبھی صحراؤں میں

اے میرے ہمسفرو تم بھی تھکے ہارے ہو
دھوپ کی تم تو ملاوٹ نہ کرو چھاؤں میں

جو بھی آتا ہے بتاتا ہے نیا کوئی علاج
بٹ نہ جائے ترا بیمار مسیحاؤں میں

حوصلہ کس میں ہے یوسف کی خریداری کا
اب تو مہنگائی کے چرچے ہیں زلیخاؤں میں

جس برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے
اس کو دفناؤ مرے ہاتھ کی ریکھاؤں میں

وہ خدا ہے کسی ٹوٹے ہوئے دل میں ہوگا
مسجدوں میں اسے ڈھونڈو نہ کلیساؤں میں

ہم کو آپس میں محبت نہیں کرنے دیتے
اک یہی عیب ہے اس شہر کے داناؤں میں

مجھ سے کرتے ہیں قتیلؔ اسلیئے کچھ لوگ حسد
کیوں مرے شعر ہیں مقبول حسیناؤں میں

قتیل شفائی

شمیم چودھری

زخمِ جگر کریدو نہ ایسے کدال سے
بے تال ہو نہ جائے کہیں دل ملال سے

آشوبِ غم کا حوصلہ رکھنے کے باوجود
آنسو چھلک پڑے ہیں تمھارے خیال سے

پہروں گزر گئے ہیں یہی سوچتے ہوئے
نکلیں تو کیسے نکلیں مقدر کے جال سے

بدلہ ہوا ہے آج بھی ریگِ رواں کا رنگ
اندازہ ہو رہا ہے ہواؤں کی چال سے

راہرو کی منتظر رہی منزل تمام رات
آیا نہیں وہ لوٹ کے دشتِ جمال سے

جب سے عذابِ عشق میں دل مبتلا ہوا
رہنے لگے ہیں جانے کیوں اتنے نڈھال سے

دامن کے جتنے گوشے بھی خالی تھے آج وہ
سب پُر ہوئے ہیں شورشِ ہجر و وصال سے

کہنے کو مجھ سے ہجر نے کچھ بھی نہیں کہا
ہے خوف مجھ کو عشق کے جوش و جلال سے

جلتے ہوئے چراغوں کو کوئی خبر نہیں
کہنے پہ کس کے جلتے ہیں یہ ماہ سال سے

🌻 شائستہ کنول عالی 🌻

رستے جدا، جدا ہیں یہ بتلا گیا مجھے
میری وفا سمیت وہ ٹھکرا گیا مجھے

رخصت ہوا تو آئینہ تحفے میں دے گیا
یوں میرے خد و خال میں الجھا گیا مجھے

نظریں ہر ایک شخص کی شعلہ فشاں رہیں
دشتِ بلا میں روپ ہی جھلسا گیا مجھے

بجھنے لگی تھی عشق و محبت کی آرزو
تیرا خیال چپکے سے سلگا گیا مجھے

میت وفا کی ہجر کے پھولوں سے ڈھک گیا
وہ شخص دشتِ درد میں دفنا گیا مجھے

دل میں وصالِ یار کی خواہش پلی نہیں
آخر کسی کا ہجر ہی گہنا گیا مجھے

بے رنگ کر گیا مرے جیون کے راستے
عالی کمال رنگ وہ دکھلا گیا مجھے

فرزانہ ساجد

ذرا سی بات پہ یوں دل برا نہیں کرتے
کہ جن پہ مان ہو ان سے گِلہ نہیں کرتے

تمہیں بھی پیار ہے، اور بیقرار ہم بھی ہیں
تو کیوں ملن کا کوئی سلسلہ نہیں کرتے

تیری عطا ہے سو دل سے لگائے بیٹھے ہیں
ہر ایک درد تو ہم بھی سہا نہیں کرتے

تھکے تھکے سے قدم یہ بتا رہے ہیں مجھے
کبھی کے بچھڑے کبھی بھی ملا نہیں کرتے

سجن جو مان بھی جائے تو چپ رہو پاگل
یہ راز دل کے کسی سے کہا نہیں کرتے

خدانخواستہ یہ لوٹ کر نہ آجائے
سو میری جان کبھی بددعا نہیں کرتے

🌻 شائستہ کنول عالی 🌻

رستے جدا، جداہیں یہ بتلا گیا مجھے
میری وفا سمیت وہ ٹھکرا گیا مجھے

نظریں ہر ایک شخص کی شعلہ فشاں رہیں
دشتِ بلا میں روپ ہی جھلسا گیا مجھے

میت وفا کی ہجر کے پھولوں سے ڈھک گیا
وہ شخص دشتِ درد میں دفنا گیا مجھے

رخصت ہوا تو آئینہ تحفے میں دے گیا
یوں میرے خدوخال میں الجھا گیا مجھے

بجھنے لگی تھی عشق و محبت کی آرزو
تیرا خیال چپکے سے سلگا گیا مجھے

دل میں وصالِ یار کی خواہش پلی نہیں
آخر کسی کا ہجر ہی گہنا گیا مجھے

بے رنگ کر گیا مرے جیون کے راستے
عالی کمال رنگ وہ دکھلا گیا مجھے

غزالہ شارق

انتخاب

اب اور کیا کسی سے مراسم بڑھائیں ہم
یہ بھی بہت ہے، تجھ کو اگر بھول جائیں ہم

صحرائے زندگی میں کوئی دوسرا نہ تھا
سنتے رہے ہیں آپ ہی اپنی صدائیں ہم

اس زندگی میں اتنی فراغت کسے نصیب
اتنا نہ یاد آکہ تجھے بھول جائیں ہم

تو اتنی دل زدہ تو نہ تھی اے شبِ فراق
آتیرے راستے میں ستارے لٹائیں ہم

وہ لوگ اب کہاں ہیں جو کہتے تھے کل فراز
ہے ہے خدانہ کردہ تجھے بھی رلائیں ہم

احمد فراز